جمال الدین احمد ہانسوی الخطیب

جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب حیدرآباد (مغربی پاکستان)

نام و لقب اسم گرامی جمال الدین احمد تھا اور لقب خطیب[۵۱]۔ مگر بعض تذکروں میں قطب بھی لکھا ہے، چنانچہ مفتی غلام سرور لاہوری تحریر کرتے ہیں:۔

"خطیب و قطب خطاب داشت"[۵۲]

اور مرزا آفتاب بیگ سہسرامی نے بھی یہی لکھا ہے:۔

خطیب اور قطب خطاب آپ کا تھا۔[۵۳]

موصوف کا جو مطبوعہ دیوان ہمارے پیش نظر ہے اُس کے سرورق پر بھی یہی لکھا ہوا ہے:۔

" دیوان جمال الدین احمد قطب ہانسوی"[۵۴]

مگر خود حضرت جمال الدین احمد نے "خطیب" ہی لقب اختیار کیا ہے۔ دیوان مذکور میں کئی جگہ لائے ہیں۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو:۔

اے احمدِ خطیب جمالش نگر ز شوق تاکے کنی نگہ ز ہوس در جمالِ عید؟

---

۵۱ (ا) محمد قاسم ہندو شاہ استرابادی: "تاریخ فرشتہ" مطبوعہ مطبع معمورہ بمبئی ۱۸۳۲ء / ۱۲۴۳ھ ص ۷۳۰، ج ۲ مقالہ دوازدہم
(ب) شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار بحوالہ ترجمہ اردو اخبار الاخیار۔ مطبوعہ مسلم پریس۔ دہلی۔ ۱۳۲۵ھ۔ ص ۔ ۱۰۰ از سید لیسین علی صاحب

۵۲ غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیا۔ مطبوعہ ہوپ پریس۔ لاہور۔ ۱۲۸۳ھ

۵۳ مرزا آفتاب بیگ: تحفۃ الابرار۔ مطبوعہ مطبع رضوی۔ دہلی۔ ۱۳۲۳ھ۔ ص ۔ ۴۴

۵۴ جمال الدین احمد ہانسوی: دیوان غزلیات و رباعیات۔ مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض۔ دہلی۔ ۱۸۸۹ء

اسی طرح ایک قطعہ میں لائے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔ (ج۔ ۱، ص ۳۹۶)

از حدِ شرع مگذر اے احمدِ خطیب
راہِ مراد مسپر اے احمدِ خطیب!
آں چیزہا کہ کردی و ایں ہا کہ می کنی
بکشائے چشم و بنگر اے احمدِ خطیب
عمرت گذشت از جہل ہر روزہ یک گناہ
بنشیں و جملہ بشمر اے احمدِ خطیب (ص ۳، ج ۲)

تخلص | آپ نے جمال اور احمد دونوں تخلص اختیار کئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دونوں دواوین میں یہ تخلص آتے ہیں۔ مثلاً دیوان غزلیات کا یہ شعر ملاحظہ ہو:۔

روزے تو دہی فرماں کا اے احمدِ سرگرداں
بار است ترا بر من ہر گاہ کہ می آئی" (ص ۲۹۵)

دوسرا شعر ملاحظہ کریں۔

منم احمد نزار و زار گشتہ زہجرت ایں چنینم ایں چنینم!

اور یہ دو[۲] شعر ملاحظہ ہوں جن میں جمال تخلص اختیار کیا ہے :۔

آوازِ جمالِ خستہ بشنو کز آرزوئیت بیارب آمد (ص ۲۹۶)
جمالِ خستہ می گوید چو بینم ایں چنیں دو قتے ہمیں آواز بر دارم زہے دولت، تہے دولت!
(ص ۲۹۷)

بہر کیف جمال الدین احمد ہانسوی نے جمال اور احمد دونوں تخلص اختیار کئے ہیں۔ یہ متعین کرنا ذرا مشکل ہے کہ کس مدت تک جمال تخلص اختیار کیا اور کب سے احمد تخلص اپنایا۔ دیوان میں مقدم و موخر دونوں تخلص نظر آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی زمانے میں دونوں تخلص اختیار کرتے تھے۔

نسب | حضرت جمال الدین احمد ہانسوئیؒ کا سلسلۂ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ[۱] رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے مختلف تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً شیخ ابوالفضل بن مبارک ناگوری لکھتے ہیں :-

---

[۱] آپ کا اسم گرامی نعمان تھا۔ ابوحنیفہ کنیت اور امام اعظم لقب تھا۔ ۸۰ھ میں کوفہ میں تولد ہوئے۔ اس زمانہ میں عبدالملک بن مروان (متوفی ۸۶ھ) تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ یہ وہ مبارک عہد تھا جس میں چند صحابہ بھی تھے۔ مثلاً انس بن مالکؓ (متوفی ۹۳ھ) سہل بن سعدؓ (متوفی ۹۱ھ) وغیرہ۔

امام اعظمؒ کے بچپن کا دور بڑا پُرآشوب تھا۔ حجاج بن یوسف (متوفی ۹۵ھ) گورنر عراق نے ایک شورش برپا کر رکھی تھی۔ ہر طرف سراسیمگی کا عالم تھا۔ اس کی وفات کے بعد ۹۶ھ میں عبدالملک کا جانشین ولید اوّل بھی انتقال کر گیا۔ اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک (متوفی ۹۹ھ) تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تختِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور حالات اعتدال پر آئے۔

اسی زمانہ میں امام شعبی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ) کی تحریک پر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے مشہور اُستاد حضرت امام حماد رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۰ھ) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ فن فقہ کی تکمیل انھیں سے کی مگر فن حدیث میں اوروں سے بھی استفادہ کیا۔ چنانچہ تہذیب التہذیب، تہذیب الاسماء، تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں امام اعظم کے شیوخِ حدیث کا ذکر ہے۔ امام حماد رضی اللہ عنہ نے ۱۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ موسیٰ بن کثیر ان کے جانشین ہوئے۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد اہلِ کوفہ نے متفقہ طور پر موصوف کا جانشین بنا دیا۔ سلسلۂ درس و تدریس جاری ہوا اور اطراف و اکنافِ عالم سے لوگ مستفید ہوئے۔

۱۲۵ھ میں یزید دوم کے جانشین ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔ ان کے بعد ولید دوم، یزید سوم اور ابراہیم بن ولید یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ اس زمانہ میں ابومسلم خراسانی نے ملک میں سازشوں کا جال پھیلا رکھا تھا اور کوفہ اس کا خاص مرکز تھا۔ ان حالات کے پیش نظر گورنر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے عراق کے تمام فقہاء کو اپنے قبضہ میں لیا اور اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی افسر خزانہ کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر گورنر غضبناک ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ روزانہ دس دُرّے لگائے جائیں۔ اس پر بھی امام صاحبؒ اپنے مقام پر جمے رہے۔ بالآخر آپ کو رہا کر دیا گیا۔ آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ۱۳۶ھ تک وہیں قیام فرمایا۔

۱۳۲ھ میں سلطنتِ اسلامیہ نے پہلو بدلا۔ بنواُمیہ کا خاتمہ ہوا اور آلِ عباس برسرِ اقتدار آئے۔ اس خاندان کا پہلا حکمراں ابوالعباس سفاح (متوفی ۱۳۶ھ)۔ اس کے بعد ابوجعفر منصور، اس کا بھائی جانشین ہوا۔ اُس نے سادات پر بڑے ظلم کئے۔ مجبور ہو کر محمد نفس ذکیہ (متوفی ۱۴۵ھ) نے علم بغاوت بلند کیا۔ مگر وہ مارے گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے ان کا علم سنبھالا۔ امام اعظم نے چار ہزار درہم سے ان کی مدد کی۔ یہ بھی شکست کھا گئے۔ امام صاحبؒ کی تائید کی وجہ سے خلیفۂ وقت منصور کی آپ پر نظر تھی چنانچہ اُس نے دربار میں طلب کیا۔ آپ حاضر ہوئے اُس نے بہانہ تراشنے کے لئے آپ کے سامنے عہدۂ قضاء پیش کیا۔ آپ نے انکار فرما دیا۔ اس پر اُس نے (باقی آئندہ صفحہ پر)

"از نزاد ابوحنیفہ کوفی است"[51]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"سلسلۂ نسب آپ کا حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے"[52]

مفتی غلام سرور لاہوری تحریر کرتے ہیں :۔

"د نسبِ شریفِ وے بچند واسطہ بہ ابوحنیفہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ می رسد"[53]

مولانا رحمان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"انتساب او بہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی است"[54]

ڈاکٹر زبید احمد صاحب لکھتے ہیں :۔

The author was a descendant of the Imam Abu Hanifa and a great sufi in his age.[55]

حضرت جمال الدین احمدؒ نے خود اپنے دیوان میں حضرت امام ابوحنیفہ رضؓ کی منقبت لکھی ہے۔ چند اشعار یہ ہیں :۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ آپ کو قید کر دیا ۔ یہ ۱۴۶ھ کا واقعہ ہے ۔ امام اعظم رضؓ نے قید خانہ میں بھی سلسلۂ درس و تدریس جاری رکھا ۔ امام محمدؒ نے قید خانہ ہی میں آپ سے پڑھا تھا ۔ منصور کو یہ ہر دلعزیزی ناگوار ہوئی اُس نے زہر دلوا دیا ۔ جب آپ نے اس کا اثر محسوس کیا تو سربسجود ہو گئے اور اسی حالت میں ۱۵۰ھ میں جان ۔ جاں آفریں کے سپرد کر دی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(ماخوذ از "سیرۃ النعمان" مولفہ شبلی ۱۸۹۳ء) (ص ۔ ۴۳ تا ۳۹)

[51] ابوالفضل بن مبارک ناگوری : آئین اکبری ۔ مطبوعہ بپٹسٹ مشن پریس کلکتہ ۱۸۷۷ء ۔ ج ۲، ص ۔ ۲۱۹

[52] سید یٰسین علی ۔ ترجمہ اخبار الاخیار ۔ مسلم پریس ۔ دہلی ۔ ۱۳۲۸ھ ص ۱۰۰

[53] مفتی غلام سرور لاہوری ، خزینۃ الاصفیا ۔ مطبوعہ ہوپ پریس لاہور ۔ ۱۲۸۳ھ

[54] رحمان علی :۔ تذکرۂ علمائے ہند ۔ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور ۔ لکھنؤ ۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء ص ۴۲

[55] *Dr. M. G. Zubaid Ahmed: The Contribution of India to Arabic Literature Published at Dikshit Press, Allahabad 1945 A.D. P-82.*

زہے لفظِ دہانِ بوحنیفہ — چنیں شیریں بیانِ بوحنیفہ
کشادہ گشت قفلِ بابِ فتویٰ — زمفتاحِ بنانِ بوحنیفہ
دریدہ سینۂ جہل از درایت — سرِنوکِ سنانِ بوحنیفہ
بتقویٰ و دیانت بودہ برتر — زہفت اخترمکانِ بوحنیفہ
بفضل و علم و حلم و زہد و تقویٰ — ہمہ دادہ نشانِ بوحنیفہ
یکے برداشت الوانِ حقائق — ابو یوسف زخوانِ بوحنیفہ
کرا باشد بسارِ فضل و دانش — کہ گردد میزبانِ بوحنیفہ ؟
کہ تا امروز برخوانِ تعلّم — ہمی یابند نانِ بوحنیفہ ۵۱

(ج ۱، ص ۱۰۰-۱۰۱)

اسی طرح دیوان رباعیات میں بھی حضرت امام ابوحنیفہ کی مدح میں رباعیاں کہی ہیں۔ مثلاً یہ رباعی ملاحظہ ہو:-

نعمان کہ طریقِ فقہ بیرون آورد — انصاف بدہ کہ خوب دموزوں آورد
قرآن و احادیث چو دو جیحوں یافت — ایں جوئے رواں ازاں دو جیحوں آورد ۵۲

(ج ۲، ص ۴۲)

بیعت و ارادت حضرت جمال الدین احمد ہانسویؒ سلسلۂ چشتیہ میں شیخ فریدالدین گنج شکرؒ (متوفی ۶۶۴ھ) سے بیعت تھے۔ چنانچہ شیخ ابوالفضل بن مبارک ناگوری لکھتے ہیں:-

”بہ خطاب و فتویٰ پرداختے، ازاں باز داشتہ از شیخ فرید گنج شکر ارادت برگرفت“ ۵۳

حضرت جمال الدین احمد دیوانِ غزلیات میں خود تحریر کرتے ہیں:-

نصیحت می کنی اے بار دیتی — شنو تا کم نہ گردد ایں زیادت

۵۱و۵۲ جمال الدین احمد ہانسوی : دیوانِ غزلیات ۔ ص ۱۰۰ تا ۱۰۱، دیوانِ رباعیات ص ۴۲ مطبوعہ چشمۂ فیض ۔ دہلی ۔ ۱۸۸۹ء

۵۳ شیخ ابوالفضل بن مبارک ناگوری : آئینِ اکبری ۔ ج ۲، ص ۲۱۹ مطبوعہ بپٹسٹ مشن پریس، کلکتہ ۔ ۱۸۷۷ء

بر و درخدمتِ شیخ المشائخ فرید الحق والدین بارادت
چو احمد شو مرید او ولیکن نگہ می دار آدابِ عبادت[52]

(ج ۔ ۱، ص ۔ ۸۰)

ایک اور جگہ کہتے ہیں :۔

پیرم فریدِ دیں من احمد مریدِ او زاں می دہد بدستم فتراک پیرِ من[52]

(ج ۔ ۱، ص ۔ ۱۰۳)

محبتِ شیخ | حضرت جمال الدین احمد ہانسویؒ کو اپنے مرشد سے بے انتہا محبت تھی ۔ اس کا اظہار انھوں نے قصیدہ میں بھی کیا ہے اور رباعیوں میں بھی ۔ چند رباعیاں ملاحظہ ہوں :۔

در بحرِ یقیں دُرِ ثمیں پیرِ من است بر خاتمِ معرفت نگیں پیرِ من است
بے شک من بے توشہ بمنزل برسم چوں شیخِ جہاں فریدِ دیں پیرِ من است

در مذہبِ عاشقاں فریدِ دین است در مجمعِ طالبان مزیدِ دین است
من نیز کنوں سالک و طالب گردم چوں پیرِ من خستہ فرید الدین است

دارند دید دین پذیرفت مرا جویاں مزید دیں پذیرفت مرا
من گرچہ بدم لیک کنوں نیک شدم چوں شیخ فریدِ دین پذیرفت مرا[53]

(ج ۔ ۲، ص ۔ ۴۲)

یہی عشق و محبت تھا جو کشاں کشاں آپ کو کئی بار ہانسی سے پاک پٹن (اجودھن) لے گیا ۔ چنانچہ امیر حسن علاء سنجری نے ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیا " فوائد الفوائد " میں اس کا ذکر یوں کیا ہے :۔

---

[52] جمال الدین احمد ہانسوی : دیوانِ غزلیات ۔ ص ۔ ۸۰ و ۱۰۳ ۔ مطبوعہ چشمۂ فیض دہلی ۔ ۱۸۸۹ء

[53] جمال الدین احمد ہانسوی :۔ دیوانِ رباعیات ۔ ص ۔ ۴۲ ۔ مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض دہلی ۔ ۱۸۸۹ء

دوشنبه دہم ماہ ذی الحجہ سنۃ المذکور (۷۰۹ھ)

سعادت پائے بوس میسر شد سخن دراں افتاد کہ مریداں کہ زیارت پیر خواہند کرد و ہر یکے بعد از چندگاہ برود. بر لفظ مبارک راند کہ تا کرت بخدمت شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس سرہ العزیز رفتہ ام. ہر سال یکبار بعد ازاں کہ نقل فرمودہ ہفت بار دیگر رفتہ شدہ است یا شش بار. اما اغلب گمان آن ست کہ ہفت بار رفتہ شدہ است چناں کہ در خاطر ہمیں مقرر است کہ در حیات و ممات ذہ بار رفتہ شدہ است بعد ازاں فرمود کہ شیخ جمال الدین ہفت بار رفتہ بود از ہانسی[۵۱]

محمد بن احمد بدایونی رح نے "راحت القلوب" کے نام سے خواجگانِ چشت کے جو ملفوظات جمع کئے ہیں. اس میں حضرت شیخ فرید الدین رح کے ذکر میں شیخ جمال الدین ہانسوی رح کی حاضری کا جا بجا ذکر ہے. مثلاً مندرجۂ ذیل مجالس میں ملاحظہ فرمائیں:۔

مجلس دوم، روز دوشنبہ، تاریخ ۱۶ ماہ رجب ۶۵۵ھ ہجری

" دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی. شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی .... حاضر خدمت تھے"

مجلس سوم روز چہار شنبہ، ۲۰ ماہ رجب المرجب ۶۵۵ھ

"دولتِ قدمبوسی حاصل ہوئی، شیخ برہان الدین غزنوی، شیخ جمال الدین ہانسوی .... حاضر خدمت تھے."

مجلس پنجم، روز پنجشنبہ، بتاریخ ۱۰ شعبان المعظم ۶۵۵ھ

" دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی، شیخ جمال الدین ہانسوی رح حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر تھے."

مجلس دہم، بتاریخ پنجم شوال المکرم ۶۵۵ھ ہجری

" سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی، شیخ جمال الدین ہانسوی ...... حاضر خدمت تھے"

---

[۵۱] امیر حسن علا سنجری المعروف بہ حسن دہلوی: فوائد الفواد شریف (ملفوظاتِ سلطان المشائخ محبوب الٰہی محمد نظام الدین اولیا دہلوی) مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ. ۱۳۲۶ھ. ص ۲۴۰

مجلس پانزدہم، تاریخ بارھویں ماہ ذیقعدہ ۶۵۵ھ ہجری

"دولت قدم بوسی میسر ہوئی، مولانا بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی اور بہت سے بزرگ مجلس شریف میں حاضر تھے"

(مجلس بست و یکم، بتاریخ نہم ماہ مذکور (ذی الحجہ ۶۵۵ھ)

"دولتِ قدم بوسی میسر ہوئی، شمس دبیر، شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین غزنوی اور بہت سے اصفیا رحاضر خدمت مبارک تھے۔[۵۱]

حضرت جمال الدین احمد محبتِ شیخ میں اتنے وارفتہ تھے کہ بیعت سے پہلے فتویٰ نویسی اور اس کے علاوہ جو دوسرے مشاغل تھے سب کو ترک کر دیا تھا حتیٰ کہ کھانا تک چھوڑ دیا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"ایک روز ایک شخص ہانسی سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا "میرا جمال کیسا ہے؟" عرض کیا "مخدوم جس روز سے حضور کے مرید ہوئے ہیں کل اسباب اور مواضع، و شغلِ کتابت کو بالکلیہ ترک کیا ہے اور سخت فاقہ اور بلائیں کھینچتے ہیں"۔ اس کلام سے حضرت شیخ فریدالدین بہت خوش ہوئے اور فرمایا "الحمد للہ بہت خوش رہتے ہیں"۔[۵۲]

خلافت | یہی محبت اور عشق تھا جس کی وجہ سے آپ حضرت بابا صاحبؒ کے منظورِ نظر تھے۔ چناں چہ حضرت بابا صاحبؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد دہلی جاکر واپسی میں جب ہانسی آئے ہیں تو اس وقت حضرت جمال الدین احمدؒ کو خلافت سے نوازا۔ حضرت شیخ جمالی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسموع است کہ حضرت شیخ المشائخ جمال الدین ہانسوی درہماں ایام بہ تشریف خرقۂ متبرکہ ایشاں مشرف شدہ بود کہ حضرت شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہٗ از شہر دہلی بعد از وفاتِ حضرت پیر خویش قطب الملۃ والدین بخطۂ ہانسی مراجعت نمودہ بود"۔[۵۳]

---

۵۱ محمد بن احمد بدایونی بخاری ثم الدہلوی: راحت القلوب۔ ترجمہ اردو گنج چہارم موسومہ بہ "معدن الیواقیت والجواہر" (یعنی مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت قدس اسرارہم مترجمہ غلام احمد بریاں۔ مطبوعہ مسلم پریس جھجر۔ ۱۳۱۴ھ ص۔ ۲۲۲

۵۲ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ:۔ اخبار الاخیار۔ مترجمہ سید یٰسین علی صاحب۔ مطبوعہ مسلم پریس۔ دہلی۔ ۱۳۲۸ھ۔ ص ۱۰۰

۵۳ مولانا جمالی دہلوی: سیر العارفین۔ مطبوعہ مطبع رضوی۔ دہلی۔ ۱۳۱۱ھ۔ ص۔ ۳۳

حضرت جمال الدین ہانسوی، شیخ فریدالدین شکر گنج رح کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ چناں چہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے بڑے خلیفہ اور جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی ہیں" [51]

مفتی غلام سرور لاہوری تحریر کرتے ہیں:۔

" از اعاظم خلفائے شیخ فریدالدین گنج شکر است [52] "

مولانا رحمان علی تحریر فرماتے ہیں:۔

" از اعاظم خلفاء شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہما جامع کمالاتِ ظاہر و باطن بود" [53]

سیّد قربان علی بسمل لکھتے ہیں:۔

"آپ خلفاءِ عظام و منظور نظر حضرت بابا صاحب قدس سرہٗ کے تھے" [54]

مرزا عبدالستار بیگ سہسرامی لکھتے ہیں:۔

"آپ کے خلفائے عظام بے حد و بے حساب ہیں لیکن اعاظم خلفاء حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ علاء الدین صابر اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی ہیں" [55]

ڈاکٹر زبید احمد نے بھی لکھا ہے:۔

.......The great-grand desciple of Mu inal-Din chishti who is held to be the King of all the Indian saints. [56]

محمد نواب مرزا بیگ دہلوی نے لکھا ہے:۔

---

[51] سیّد یٰسین علی صاحب: ترجمہ اردو اخبار الاخیار۔ مطبوعہ مسلم پریس۔ دہلی۔ ۱۳۲۸ھ۔ ص۔ ۱۰۰۔

[52] مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء۔ مطبوعہ ہوپ پریس۔ لاہور۔ ۱۲۸۳ھ

[53] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند۔ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور۔ لکھنؤ۔ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء ص۔ ۴۲

[54] سید قربان علی بسمل: "ہشت بہشت" معروف بہ سوانحعمری خواجگانِ چشتؒ۔ مطبوعہ رحمانی پریس۔ دہلی۔ ۱۹۲۴ء

[55] مرزا آفتاب بیگ سہسرامی: مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔

[56] Dr. M.G. Zubaid Ahmed: The Contribution of I.dia to Arabic Literature. Published at Dikshit Press Allahbad 1945 A.D. P—82

آپ مرید و خلیفۂ اعظم حضرت گنج شکر کے تھے"[۵۱]

مولا بخش نے "تذکرۃ المشائخ" میں جہاں حضرت باباصاحب کے خلفاء کے نام گنائے ہیں وہاں لکھا ہے:۔

"آپ کے پانچ خلیفہ ہیں اوّل قطب جمال الدین ہانسوی"[۵۲]

نظرِ شیخ | حضرت جمال الدین احمدؒ کو شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے جتنا عشق تھا اتنا ہی حضرت باباصاحب کو بھی آپ سے انسیت اور محبت تھی۔ چناں چہ جب شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ[۵۳] (متوفی ۶۶۶ھ) نے حضرت باباصاحب سے شیخ جمال الدین احمد کو اپنے ہاں بلانے کی بار بار درخواست کی تو حضرت باباصاحب نے یہی فرمایا:

"جمال الدین، جمالِ ما است"

اور باوجود مکرر التجا کے آپ کو نہ بھیجا۔[۵۴]

حضرت باباصاحبؒ کے خلفاء میں حضرت جمال الدین احمد ہی کو یہ بلند مقام حاصل تھا کہ جس کسی مرید خاص کو باباصاحبؒ خلافت نامہ عطا فرماتے تھے تو اس سے یہ کہہ دیا کرتے کہ اس پر جمال الدین احمد سے مہر تصدیق ثبت کرالو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"بارہ برس تک حضرت شیخ فریدالدین (گنج شکر) ان کی محبت سے ہانسی میں رہے اور ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ "جمال، میرا جمال ہے" اور کبھی فرماتے کہ "جمال! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سر کے گرد پھروں اور جس کسی کو حضرت خلافت دیتے خلافت نامہ ان کے پاس بھیجتے اگر وہ قبول کرتے تب خلافت درست ہوتی اور اگر وہ رد کر دیتے تو شیخ بھی رد کر دیتے اور فرماتے

"جمال کے پارہ کئے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا"[۵۵]

مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت شیخ دہلوی کے الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں:۔

---

۵۱ مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ دہلوی: تحفۃ الابرار، مطبوعہ مطبع رضوی۔ دہلی ۱۳۲۳ھ ص ۴۴

۵۲ مولا بخش: تذکرۃ المشائخ۔ ص۔ ۸۰

۵۳ شیخ عبدالحق: اخبار الاخیار۔ مطبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۳۲ھ۔ ص۔ ۲۸

۵۴ مرزا آفتاب بیگ معروف بہ محمد نواب مرزا بیگ دہلوی: تحفۃ الابرار، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ ص۔ ۴۴

۵۵ سید ثقلین علی صاحب: ترجمہ اردو اخبار الاخیار، مطبوعہ مسلم پریس۔ دہلی ۱۳۲۸ھ۔ ص۔ ۱۰۰

"شیخ فریدالدین راچنداں نظر توجہ وعنایت بحال وے بود کہ تا دوازدہ سال بسبب محبتِ وے در ہانسی قیام فرمودہ ودرحق وے ارشاد کردے کہ "شیخ جمال، جمال مااست" واکثر فرمودے کہ "جمال الدین می خواہم کہ گرد سرِ تو بگردم" وہر کرا کہ شیخ خلافت دادے بعد تحریر خلافت نامہ نزد وے فرستادے واگر وے قبول فرمودے خلافت وے درست بودے واگر جمال الدین رد کردے با نہ شیخ خلافت او را قبول نداشتے" [۵۱]

سید قربان علی بسمل نے بھی یہی عبارت نقل کردی[۵۲] اور دوسرے تذکروں میں بھی یہی عبارت ملتی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ حضرت باباصاحبؒ خلافت نامہ دینے کے بعد اپنے خلیفہ کو حضرت جمال الدین احمدؒ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور خلیفہ کی خلافت کا تحقق ان کی قبولیت یا عدمِ قبولیت پر ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت علی احمد صابر اور خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کے معاملے میں جو واقعہ پیش آیا وہ بطور حجت و برہان پیش کیا جاسکتا ہے۔

مقامِ جمال | محمد قاسم ہندوشاہ استرابادی المعروف بہ "فرشتہ" نے تذکرۃ الاتقیا کے حوالہ سے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے :-

"سہ کس "نظام" نام در خدمتِ شیخ بودند۔ یکے شیخ نظام پسر شیخ، دوم شیخ نظام خواہرزادۂ شیخ، سیوم شیخ نظام الدین اولیاء۔ چوں پسرِ شیخ مقامِ ابدال داشت ازیں جہت سجادہ بہ او نداد وچوں ہمشیرۂ شیخ بسیار سعی کرد کہ سجادہ نشینی بہ پسرم عنایت شود شیخ حرمتِ او نگاہ داشتہ مثال نوشت وبخواہرزادہ گفت کہ "بہ ہانسی پیش جمال الدین ہانسوی رفتہ صحیح کن" ومولانا جمال الدین ہانسوی آں مثال را صحیح نہ کرد۔ او برگشتہ شکایت نمود۔ بالآخر شیخ باز حسب الالتماسِ خواہر مثالے دیگر نوشتہ فرستاد ودریں کرت مولانا جمال الدین ہانسوی اعراض شدہ آں نوشتہ را پارہ پارہ کردہ گفت "پارہ کردہ جمال الدین ہانسوی را شیخ نمی تواند دوخت" وبعد ازیں بمدتے شیخ مثال سجادہ نشینئ ولایت دہلی شیخ نظام الدین اولیاء دادہ پیش مولانا

---

[۵۱] مفتی غلام سرور لاہوری : خزینۃ الاصفیاء۔ مطبوعہ ہوپ پریس لاہور۔ ص۲۳۰ ۱۲۹۰ھ

[۵۲] سید قربان علی : "ہشت بہشت" معروف بہ سوانح عمری خواجگان چشت مطبوعہ رحمانی پریس۔ دہلی۔ ۱۹۲۴ء

جمال الدین ہانسوی فرستادو وے خوش وقت شدہ ایں بیت دراں مثال نوشت۔ بیت

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس
کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

وکتبہ را صحیح نمودہ روانہ دہلی ساخت۔ [۵۱]

مولانا حیدر علی سہسوانی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں :-

"...... اپنی ہمشیرہ کے بہت سے اصرار سے بھانجے کے نام سجادہ نشینی کا فرمان لکھ کر فرمایا کہ تم ہانسی جاکر مولانا جمیل الدین [۵۲] ہانسوی سے اس پر صحیح کروالو لیکن جب مولانا جمیل الدین نے اس پر صحیح نہ کی تو آپ نے اپنی ہمشیرہ کے دوبارہ اصرار سے ایک اور فرمان لکھکر بھیجا۔ اس مرتبہ مولانا جمیل الدین ہانسوی نے اس فرمان کو پھاڑ ڈالا۔ اس وقت جناب شیخ نے فرمایا کہ مولانا جمیل الدین کے پھاڑے کو شیخ نہیں سی سکتا" اور اس سے کچھ عرصہ بعد جناب شیخ نے دہلی کی سجادہ نشینی کا فرمان شیخ نظام الدین اولیاء کو دے کر ہانسی بھیجا۔ مولانا جمیل الدین بہت خوش ہوئے اور یہ شعر اس فرمان پر لکھدیا۔ شعر

ہزاراں درود و ہزاراں سپاس   کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اور فرمان صحیح لکھ کر شیخ نظام الدین اولیاء کو روانہ دہلی کیا۔ [۵۳]

مولانا ولایت علی صاحب نے بھی "سعد الاخیار" میں یہی قصہ نقل کر دیا ہے [۵۴]۔ البتہ مرزا آفتاب بیگ دہلوی نے کچھ اختلاف کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

" اور جس کسی کو خلافت نامہ دیتے تو ارشاد ہوتا کہ اول جمال الدین کو ملاحظہ کراؤ۔ چناں چہ

---

۵۱ محمد قاسم ہندو شاہ استرابادی المشہور بہ "فرشتہ" : تاریخ فرشتہ مطبوعہ مطبع معمورہ بمبئی۔ ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۲ء جلد دوم مقالہ دوازدہم ص۔ ۷۲۹ ۔ ۷۳۰

۵۲ آپ کا اسم گرامی جمال الدین احمد ہی تھا "جمیل الدین" یا تو کاتب کی غلطی ہے یا مصنف کی غلط فہمی۔

۵۳ حیدر علی سہسوانی : تاریخ الاولیاء مطبوعہ مطبع مہر نیمروز بجنور۔ ۱۸۸۷ء ص ۴۶

۵۴ ولایت علی : سعد الاخیار و تذکرۃ الابرار مطبوعہ مطبع حسنی۔ آگرہ ۱۳۱۶ھ ص۔ ۱۶۲ ۔ ۱۶۳

حضرت علی احمد صابر قصبہ اجودھن سے قصبہ ہانسی میں چوڈول پر سوار ہو کر خانقاہ حضرت شیخ جمال الدین میں آئے آپ نے دروازۂ خانقاہ تک استقبال کیا اور باعزاز واکرام مسند پر بٹھایا۔ بعد فراغت نماز مغرب حضرت علی احمد صابر نے مثال قطبیب کو مہر کرنے کے لئے آپ کے روبرو پیش کیا اتفاقاً چراغ گل ہو گیا۔ حضرت علی احمد صابر نے فی الحال اپنے دم کی پھونک سے چراغ روشن کر دیا۔ جب آپ نے یہ حال دیکھا مثال اُن کے ہاتھ سے لے کر چاک کر ڈالی اور کہا " دہلی بیچاری تاب تمہارے دمِ آتشں کی نہیں رکھتی" اس حرکت سے حضرت علی احمد صابر نے غصہ میں آن کر فرمایا کہ " تم نے میری مثال کو پارہ پارہ کیا میں نے تمہارے سلسلے کو" آپ نے فرمایا کہ " اوّل سے یا آخر سے ؟" حضرت علی احمد نے فرمایا کہ " اول سے" پھر حضرت موصوف نے اجودھن میں واپس آن کر تمام سرگذشت عرض کیا۔ حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا:

" پارہ کردۂ جمال را فرید نتواں دوخت "[۵۱]

حضرت جمال الدین احمد، حضرت باباصاحب رہ کے ان مقبول بارگاہ خلفاء میں ہیں جن سے حضرت باباصاحب نے اپنی علالت کے دوران دعا کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ مولانا جمال دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:۔

نقل است از حضرت سلطان الاولیاء والمشائخ نظام الملۃ والدین قدس سرہٗ در ایامیکہ من بحضرتِ ایشاں در قصبۂ اجودھن بودم اندام مبارک ایشان تکسرے صعب واقع شدہ چناں چہ مرا و مولانا جمال الدین ہانسوی را و مولانا بدرالدین اسحاقؒ او درویش علی بہاری را اشارت فرمود کہ " بروید برائے صحت من در فلاں گورستان مشغول باشید"[۵۲] الخ

ذوقِ شاعری | حضرت جمال الدین احمد ہانسوی جہاں ایک بلند پایہ صوفی تھے وہاں وہ ایک بلند پایہ

---

۵۱ مرزا آفتاب بیگ معروف بہ محمد نواب مرزا بیگ دہلوی: تحفۃ الابرار، مطبوعہ مطبع رضوی دہلی ۱۳۲۳ھ ص۔ ۴۴

۵۲ مولانا جمال دہلویؒ:۔ سیر العارفین، مطبوعہ مطبع رضوی۔ دہلی ۱۳۱۱ھ ص۔ ۴۸۔ ۴۹

شاعر بھی تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم علاءالدین صابرؒ کی ولایت دہلی کی سند چاک چاک کرنے والا جمالِ شعر سے ناآشنا ہوگا، مگر نہیں، ایسا نہیں ہے، جلال کے ساتھ ساتھ جمال بھی پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اسی نگاہ میں ہے قاہری و جباری — اسی نگاہ میں ہے دلبری و رعنائی

تذکروں میں آپ کے ذوقِ شاعری کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"و شیخ جمال الدین بعضے رسائل و اشعار دارد کہ درمیانِ مردم یافتہ می شود ۔۔۔۔ "[۵۱]

مولوی رحمان علی تحریر فرماتے ہیں:۔

"صاحب ترجمہ رسائل و اشعار دارد کہ درمیانِ مردم یافتہ می شوند" [۵۲]

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:۔

"شیخ ہانسویؒ شاعر تھے اور ان کا ضخیم فارسی دیوان چھپ چکا ہے"۔ [۵۳]

قدیم تذکروں میں کہیں بھی حضرت جمال الدین ہانسوی کے دیوان فارسی کا ذکر نہیں ہے بلکہ بیشتر تذکروں نے تو آپ کی شاعری کے متعلق بھی خاموشی اختیار کی ہے اور کچھ نے ذکر کیا تو سرسری۔ مگر شیخ محمد اکرام نے صراحتہً لکھ دیا ہے۔

احقر کے پاس حضرت شیخ جمال ہانسوی کے دو مطبوعہ دیوان ہیں۔ ایک دیوانِ غزلیات اور دوسرا دیوانِ رباعیات و قطعات۔ دیوانِ غزلیات ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں مطبع چشمۂ فیض دہلی میں پیرجی رفیع الدین صاحب بہادر تحصیل دار صوبہ دہلی کی فرمائش پر طبع ہوا۔ اس کے آخر میں مولوی امو جان صاحب المتخلص بہ ولی نے دیوانِ مذکور کا قطعۂ تاریخِ طباعت لکھا ہے جس کے آخر کے دو شعر یہ ہیں:۔

جی میں سوچا کہ کیا لکھوں تاریخ — کہ ہوئی غیب سے ندا فی الحال

فکر مت کر و لی یہ مصرعہ پڑھ — اللہ اللہ نظمِ قطبِ جمال

۶۶ + ۶۶ + ۹۹ + ۱۱۱ + ۷۷۴ = ۱۳۰۷ھ [۵۴]

---

۵۱ عبدالحق محدث دہلویؒ: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی۔ دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۔ ۶۸

۵۲ رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند۔ مطبع منشی نول کشور۔ لکھنؤ۔ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء ص ۴۳

۵۳ شیخ محمد اکرام: آبِ کوثر۔ طابع فیروز سنز۔ ۱۹۵۲ء

۵۴ جمال ہانسویؒ: دیوانِ غزلیات مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض۔ دہلی ۱۸۸۹ء ص ۔ ۲۱۶

دیوانِ غزلیات کے سرورق پر یہ عبارت ہے :-

بعوان الملک الوہاب

من تصنیف قدوۃ السالکین خلاصۃ المحققین قطب الاقطاب حضرت مخدوم شیخ جمال الدین احمد الحنفی الچشتی ہانسوی۔

جلد اوّل در غزلیات

دیوان جمال الدین احمد قطب ہانسوی

۱۸۸۹ء

حسب الارشاد جناب فیض مآب کرم گستر پیرجی رفیع الدین صاحب بہادر تحصیل دار دہلی مطبوعہ چشمۂ فیض میں مہا نرائن کے اہتمام سے چھپا۔

اس دیوان کی تقطیع ۹ × ۶ ہے۔ صفحات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ ہے اور ہر صفحہ پر ۲۱ اشعار ہیں اس طرح دیوانِ غزلیات کے اشعار کی مجموعی تعداد ۳۴۴۸ ہوتی ہے۔

مالکِ مطبع چشمۂ فیض مہا نرائن کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مذکور ۱۸۸۹ء تک طبع نہیں ہوا تھا۔ موصوف "اطلاعِ ضروری" کے عنوان سے آخر میں تحریر کرتے ہیں :-

"ناظرینان کتاب پر واضح رہے کہ یہ نایاب او رکمیاب دیوان اب تک معرضِ طبع میں نہ آیا تھا اور نہ کہیں قلمی دستیاب ہوتا تھا چونکہ عالی جناب پیرجی رفیع الدین صاحب تحصیل دار دہلی حضرت قطب صاحب کے خاص پوتے ہیں اُنہوں نے اپنی ارادتِ دلی اور خلوصِ قلبی سے دیوان مذکور اس مطبع میں طبع کرایا ۔۔۔۔ [1] العبد

مہارائن مالک مطبع

دیوانِ رباعیات بھی مطبع چشمۂ فیض دہلی میں ۱۸۸۹ء میں پیرجی رفیع الدین صاحب بہادر کی فرمائش پر مالک مطبع مہا نرائن نے طبع کرایا۔ دیوان مذکور کے سرورق کی عبارت یہ ہے :-

---

[1] جمال ہانسویؒ : دیوانِ غزلیات مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض دہلی ۱۸۸۹ء ص۔ ۱۶۴

بعونہ تعالیٰ

حسب الارشاد جناب فیض مآب کرم گستر پیرجی رفیع الدین صاحب بہادر تحصیل دار دہلی

جلد دویم در قطعات و رباعیات

دیوان جمال الدین احمد قطب ہانسوی

۱۸۸۹ء

در مطبع چشمۂ فیض دہلی بحسنِ سعی کارپردازانِ مطبع رونق طبع تازہ یافت ۔

اس دیوان کی تقطیع بھی ۹ × ۶ ہے ۔ صفحات کی تعداد ۲۳۲ ہے ۔ ہر صفحہ پر اوسطاً ۱۸ اشعار ہیں، اس طرح اشعار کی کل تعداد ۴۰۰۰ ہوئی ۔ اور دونوں دواوین کے اشعار کی مجموعی تعداد ۱۲۸۰۶ ہوئی ۔ اللہ اکبر! تیرہ ہزار کے قریب اشعار کہنے والا شاعر بے مثال پردۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے ۔ یہ کیسا غم ناک حادثہ ہے ۔! اس ضخیم دیوان کا مطالعہ کر کے معاً دل میں آیا کہ اس کا تعارف کرایا جائے ۔ پس یہی جذبہ اصل محرک ہے ۔

حضرت جمال الدین احمد ہانسوی نے اپنے دونوں دیوانوں میں گوناگوں مضامین باندھے ہیں ۔ حمدیہ نعتیہ، مدحیہ، متصوفانہ، اخلاقیانہ، عاشقانہ ۔ ہر قسم کے مضمون ہیں ۔ منظر کشی بھی ہے، بہاریہ منظومات بھی ہیں ۔ مراثی بھی ہیں اور مناجاتیں بھی ۔

مولوی امو جان صاحب المتخلص بہ ولیؔ نے اپنے قطعہ میں دیوانِ غزلیات اور رباعیات پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے : ۔

گنجِ عرفاں ہے درجِ ایقاں ہے
جُملہ دیوانِ قطب غوث خصال

اس کا ہر لفظ گوہرِ ایماں
اس کا ہر شعر نورِ حق کا جمال

غزلیں اور رباعیاں اس کی
حبِّ حق و نبی کی شاہدِ حال

اس کے پڑھنے میں شوقِ دل حاصل
اس کے معنی وصولِ حق پر دال

یہ ہدایت میں شرع کا فتویٰ
یہ طریقت میں سالکوں کی مثال

معرفت کا یہ عرشِ پُر تمکیں | اور حقیقت کی لوح بے تمثال
صوفیوں کو یہ وجد میں لائے | دنگ ہوں اس کو دیکھ اہلِ قال
حامیوں کے لئے یہ ہادیِ شرع | طالبوں کے لئے یہ شیخِ مثال
عارفوں کو یہ سیرِ ذات وصفات | رفتہ رفتہ دکھائے تا بہ مآل
عاشقوں کو یہ حیرتی کرکے | دم میں پہنچائے تا کنارِ وصال
گنجِ توحید میں رہا یہ نہاں | نسخۂ بے مثال صدہا سال

الآخرہ

حمدیہ | بالعموم دیکھا گیا ہے کہ شعراء اپنے دواوین کا آغاز "حمد" ہی سے کرتے ہیں مگر اکثر و بیشتر اس کے اشعار روکھے پھیکے ہوتے ہیں۔ جولانیٔ طبع اور جذبۂ دل نام کو بھی نہیں ہوتا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک رسم ہے جو با دلِ ناخواستہ پوری کی جارہی ہے۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ جو ہستی مرکزِ "حمد و ثنا" ہو اسی کی حمد اتنی بے کیف ہو۔ زیادہ کچھ زور دکھایا تو کہہ کر ٹال دیا ؎

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا | جبکہ صفاتِ یار میں دخل نہ ہو قیاس کا

اس میں شک نہیں کہ انسان سے حقِ عبودیت ادا نہیں ہوسکتا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کوششِ ناتمام بھی نہ کی جائے۔

حضرت جمال الدین احمد ہانسوی "حمد" کی اس جولانگاہ میں جہاں بڑے بڑے شہسواروں کے پیر اُکھڑ گئے ہیں۔ کس طمطراق کے ساتھ جولانیٔ طبع دکھاتے ہوئے وارفتگیٔ شوق میں جھومتے جھامتے آتے ہیں:۔

حمدے کہ ہمچو بحرِ کرم بیکراں بود | حمدے کہ شکرِ نعمت ہر دو جہاں بود
حمدے کہ در مضاعفِ ذراتِ کائنات | چنداں کہ ستزاد کنی بیش ازاں بود
حمدے کہ بداں مشابہ کہ ادراک کُنہِ آں | برتر ز پایۂ خردِ خورد داں بود
حمدے کہ چوں عماری عزت بود رواں | بر منکبِ ملایک حملش رواں بود

---

[1] جمال ہانسوی: دیوانِ غزلیات۔ مطبوعہ مطبع چشمۂ فیض۔ دہلی ۱۸۸۹ء، ص ۱۵۔

حمدے کہ در ہوائے ہوایت ہمائے دار　　　از تخت گاہ ملک قدم صائباں بود

حمدے کہ ظلِ رافتش ار بر کسے فتد　　　بر مقصدے مقاصد خود کامراں بود

حمدے کہ چوں زحیطۂ جاں سر بروں کشد　　　ہر تار موئے بر تن از آں صدیاں بود

حمدے کہ چوں قدم کشد از ضیق کن فکاں　　　خود آنگہش بناحیتِ لامکاں بود

حمدے کہ چوں زباں دہدش نور را بیاں　　　تحسینِ قدسیاں ہمہ نعم البیاں بود

حمدے کہ در ہوایش ملایک فگندہ پر　　　تا خود چہ جائے حوصلۂ انس و جاں بود

حمدے کہ نہ فلک کند انشا بہ انس و جاں　　　بل خود بذات خود نہ پسندی کہ آں بود

بادا نثار بارگہ قدس و کبریا　　　کاں مقصدِ مجاہدۂ قدسیاں بود

(ص - ۲)

نعتیہ | شیخ جمال الدین احمد ہانسویؒ کا نعتیہ کلام بھی ہے۔ مثلاً یہ نعت ملاحظہ ہو:۔

پیر نیلی پوش گردوں چوں تو یک مہر نیافت　　　گشت ذوالقرنین در گیتی چوں تو سرور نیافت

بُد فراز بام ہفتم قرن ہائے بے شمار　　　دیدبانی کرد کیواں از تو کس بہتر نیافت

جبرئیل از دور آدم تا بہ دورت بنگریست　　　در سماو در زمیں ہمتائے تو دیگر نیافت

ایں جہاں چوں شخص بے سر بود اندر انتظار　　　تا تو پیدا نیامدی ایں شخص نے سر سر نیافت

دینِ حق را پرورش دادی بہ اوصافِ نکو　　　طالب اسلام و ایماں چوں تو دیں پرور نیافت

ہر کہ از الفاظِ شیریں طعم تو نہ گرفت ذوق　　　عمر او بگذشت اندر تلخی و شکر نیافت

بختیارے کو ز تو بگرفت نقد شرع را　　　نیست او را ہیچ نقصاں ملک عالم گر نیافت

در شبِ معراج چوں از صدر بالا تر شدی　　　مر ترا از اصفیا و انبیا کس در نیافت

قصہ کوتہ کرد احمد اے امام مرسلاں
زابتدا تا انتہا کس چوں تو پیغمبر نیافت

(ص - ۲۷)